نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی حکمت عملی سے ماخوذ اصول اور عصر حاضر

ڈاکٹر حافظ محمد نعیم*

Economics is one of the most important aspects of human life. Therefore, Islamic shariah has made it obligatory to learn economic matters according to Islamic teachings. As the head of the state of Madinah,the Holy Prophet (PBUH) took effective steps to resolve the financial strains occurred due to migration of Muslims from Makkah to Madinah.On this occasion, He (PBUH) promoted the Quranic principle of brotherhood which encouraged mutual cooperation at community as well as economic level. He also signed pacts with the Jews and executed military expeditions for strengthening the economic backbone of Muslims. Settling the political issues with Jews and other communities the Holy Prophet (PBUH) not only put them at back foot politically but economically also. Currently Muslim world is struggling to resolve its economic problems which emerged as a result of their reservations about dealing economic matters with non Muslims. This article is an attempt to derive such principles from the economic policies established by Him (PBUH) which are essential for the prosperity of the modern global economy.

(i) تصور معیشت اور شریعت اسلامیہ

معیشت کا انسانی زندگی کے ساتھ وہی تعلق ہے جو روح اور جسم کے درمیان ہے۔ روح جسم اور جسم روح کے بغیر کوئی معنی نہیں رکھتا یہی وجہ ہے کہ تمام ادیان اور خاص طور پر ادیان سماویہ میں تجارت وبیع کے امور کی معرفت کو نہ صرف ضروری قرار دیا گیا ہے بلکہ تجارتی احکام سے واقفیت، حلال وحرام کی تمیز اور کسب وخرچ واکل وشرب کے آداب جاننے کو واجبات دینیہ میں سے شمار کیا گیا ہے[1] اور خاص طور پر اسلام میں انسان کے اس فطری تقاضے کا پوری طرح لحاظ رکھا گیا ہے کیونکہ انسان جب تک حیات ہے اپنے تمام حواس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا مکلف ہے اور اس مکلفیت کی بنیاد زندہ رہنے پہ ہے اور زندہ رہنے کی بنیاد کھانا، پینا اور دیگر ضروریات زندگی پہ ہے اس لیے ضروری ہے کہ انسان کو ایسے تصرفات کی اجازت ہو جس سے اس کی یہ ضرورتیں پوری ہو سکیں[2] قرآن وسنت کے بہت سے نصوص اس بات پر گواہ ہیں اور ان

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور۔

''اہل علم'' کے توہمات اور اعتراضات کا ازالہ کرتے ہیں جو اس نشہ میں مخمور ہیں کہ شریعت اسلامیہ کو معاملات معیشت سے کوئی سروکار نہیں بلکہ شریعت ایسے معاملات کو چھوڑنے کی تلقین کرتی ہے۔[۳] اسلامی شریعت کے بارے میں یہ تصور انتہائی غلط اور ناواقفیت پر مبنی ہے ایک ایسا مذہب جس کی کتاب (قرآن مجید) مال کو زندگی کی بقاء اور قیام ودوام (اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاما)[۴] کا ذریعہ قرار دے اس کے بارے میں ایسی رائے یقیناً جہالت اور بغض وتعصب پر مبنی ہے۔

وسائل معیشت وتجارت، ذرائع کسب ومعاش اور مال ومتاع کی حفاظت شریعت اسلامیہ کے بنیادی اور مقاصد ضروریہ میں سے ہے[۵] البتہ اسلام جس چیز کا لحاظ رکھتا ہے وہ مادیت اور روحانیت کے درمیان توازن ہے اسلام انسان کو انسان معاش اور بندۂ سیم وزر بنا کر پیش نہیں کرتا اور نہ ہی اسے فقط مادیت یا معاملات معیشت وتجارت تک محدود رہ کر زندگی کے دوسرے بلند تر مقاصد (روحانیت وغیرہ) سے غافل ہونے کی اجازت دیتا ہے۔ یہی وہ بنیادی فرق ہے جو اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان پایا جاتا ہے[۶] اسلامی نظام معیشت کی بنیاد عدل وتوازن پہ ہے یہ نظام دین ودنیا فرد وجماعت، جسم وروح اور عقل وقلب کے درمیان توازن کی بات کرتا ہے اور انسان کی معاشی ضروریات کو دیگر بلند تر مقاصد کی تکمیل کے لیے ضروری سمجھتے ہوئے انہیں عقیدہ کے تابع رکھتے ہوئے سرانجام دینے کی بات کرتا ہے۔[۷]

(ii) معاشی جدوجہد اور اسوۂ حسنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عملی زندگی اور بہت سے اقوال وارشادات سے معیشت وتجارت کی اہمیت وحیثیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی حکمت عملی کو پرکھا جاسکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاشی اسوۂ حسنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی جدوجہد سے عبارت ہے اور دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح آفاقی اور جامع تعلیمات پہ مبنی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ معاشی جدوجہد قبل از نبوت بکریاں چرانے، مختلف اطراف میں تجارتی اسفار اور ریاست مدینہ کے حکمران کی حیثیت سے اٹھائے جانے والے اقدامات کی صورت میں دیکھی جاسکتی ہے۔ عربوں میں کسی شخص کی مالی حالت بہت معنی رکھتی تھی یہی وجہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا تو قریش کی طرف سے کیے جانے والے اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ مکہ اور طائف کے رؤساء کو چھوڑ کر قرآن ایک معاشی طور پہ کمزور شخص پہ ہی کیوں اترا۔ قرآن مجید نے کفار مکہ کے اعتراض کو کچھ یوں بیان کیا ہے۔

"وقالوا لولا نزل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم"[۸]

''اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر اس قرآن کو اترنا ہی تھا تو ان دو بڑے شہروں (مکہ اور طائف) میں کسی رئیس اعظم پہ کیوں نہ اترا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی جدوجہد اپنی ذات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شروع ہو کر ریاست مدینہ کے قیام، معاشی استحکام اور معاشی طور پر مضبوط مسلم معاشرت تک پہنچتی ہے۔ معاشیات کی اہمیت کا اندازہ قبل از نبوت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذہن میں تھا اور بعد از نبوت بھی نظروں سے اوجھل نہیں رہا بلکہ بعد از نبوت تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی جدوجہد اپنی ذات سے آگے بڑھ کر مسلم معاشرے اور نوخیز ریاست مدینہ کی معاشی جدوجہد بن گئی۔ قبل از نبوت کی زندگی میں معاہدہ حلف الفضول کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر کوئی مظلوم آج بھی حلف الفضول کی دہائی دے تو میں اس کی مدد کو ضرور پہنچوں گا۔9 معاہدہ حلف الفضول بنیادی طور پر معاشرتی و معاشی استحصال کا شکار ہونے والوں کی مدد کا ایک ادارہ تھا اس کی شرائط میں سے ایک شرط "وعلی التاسی فی المعاش"10 (اور عہد کرتے ہیں ہم سب اس بات پہ کہ معاش کے حوالے سے لوگوں کی دادرسی کریں گے) تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذکورہ بالا خواہش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاملہ فہمی اور بصیرت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں انسانی معاش اور اس کے وسائل و ذرائع کی قدر و قیمت بھی واضح کرتی ہے نیز ہمیں اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ معاشرتی امن و امان، لوگوں کی معاشی دادرسی اور معاشی استحکام کے لیے کیے گئے معاہدات میں شرکت کرنا جائز ہے اگرچہ غیر مسلموں کی طرف سے ہی کیوں نہ ایسا معاہدہ شروع کیا گیا ہو۔

(iii) ہجرت مدینہ اور مسائل معیشت

ہجرت مدینہ کی صورت میں پیش آنے والے مالی مسائل کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مؤاخاۃ کی صورت میں جس احسن انداز میں حل کیا وہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کا ہی خاصہ ہے۔ اس پورے عرصۂ ابتلاء اور زمانہ افلاس میں مسلمانوں اور مہاجرین کا ذریعہ معاش انصار کرام کی فیاضی و مہمانداری اور سخاوت و جود و کرم تھا جسے مؤاخاۃ نے قانونی شکل بھی دے دی تھی۔11 آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قائم کردہ اس مؤاخات کے نتیجہ میں مدینہ میں معاشی ترقی اور روزگار کے مزید مواقع پیدا ہوئے کیونکہ مہاجرین نے محض انصار پر انحصار کرنے کی بجائے محنت و مزدوری شروع کی، انصار کی بنجر پڑی ہوئی زمینوں کو آباد کیا، انصار کے باغات میں شرکت کی بنیاد پر محنت مزدوری کی اور یوں فراست نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مہاجرین کا معاشی مسئلہ بھی حل ہو گیا اور دوسری طرف مدینہ کی معاشی زندگی میں نئی لہر پیدا ہوئی۔

(iv) اصحاب صفہ کی معاشی کفالت

اصحاب صفہ کی کفالت کا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتظام فرمایا اور ان کی معاشی کفالت کے ساتھ ساتھ ان کی تعلیم وتربیت کی طرف توجہ دی اس میں بہت سی معاشرتی ومعاشی تعلیمات مضمر ہیں ڈاکٹر نور محمد غفاری اصحاب صفہ اور ان کے ساتھ نبوی طرز عمل سے درج ذیل معاشی نکات اخذ کرتے ہیں جو کہ بہت عمدہ ہیں اور عصر حاضر کے لیے مثالی حیثیت رکھتے ہیں۔

(۱) اصحاب صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کفالت کی فکر اور اس کی عملی شکل کے لیے کوششیں کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ثابت کر دیا کہ فقراء اور محتاجوں کی معاشی کفالت اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

(۲) جو صدقات کا مال یا کھانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جاتا وہ آپ ان فقراء کو بھجوا دیتے۔ اس سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ صدقات فقراء کے لیے ہیں اور یہ ان کی کفالت کا ذریعہ ہیں۔

(۳) صاحب مال انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذمہ ان میں سے دو دو تین تین کا کھانا لگانا اس صداقت کی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ اغنیاء کے مال اور دولت میں محتاجوں کا بھی حق ہے۔

(۴) انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم باوفا میں سے صاحب استطاعت حضرات کا خود بخود ان فقراء کی کفالت کرنا یہ بتاتا ہے کہ وہ لوگ جانتے تھے کہ محتاجوں کی ضروریات کی نگہداشت بحیثیت صاحب استطاعت مسلمان کرنا ان کی ذمہ داری ہے۔

(۵) اصحاب صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ایک ٹولی کا باری باری جنگل جا کر لکڑی چن کر لانا اور اسے فروخت کر کے اپنی معاشی کفالت کا انتظام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اسلامی معاشرہ کا ہر صحت مند اور جسمانی طور پر قابل کار شخص اپنی اور اپنے اہل وعیال کی کفالت کے لیے کوشش کرے گا اور کوئی نہ کوئی جائز پیشہ ضرور اختیار کرے گا۔ اگر پھر بھی وہ اپنی ضروریات زندگی پوری نہیں کر سکے گا تو پھر اسلامی معاشرہ (جسے) انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم باوفا نے کر کے دکھایا) اور اسلامی سیاست (جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کرتے تھے) کی ذمہ داری ہوگی کہ ایسے محتاجوں کی معاشی کفالت کے لئے آگے بڑھیں۔

(۶) صفہ درسگاہ کی حیثیت سے اس دور کی اقامتی یونیورسٹی (Residential University) تھی۔ جہاں پر اصحاب صفہ (مسافر ومساکین طلبہ) زیور تعلیم سے آراستہ ہوتے اور اپنے علاوہ کسی ایک معلم کا اس

کام کے لیے مقرر کرنا اس کی دلیل ہے کہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ اپنے شہریوں کی تعلیم کا انتظام کرے۔

معاشی ترقی (Economic Development) میں تعلیمی پہلو (Educational Factor) کی جو اہمیت ہے اس کو تمام معیشت دانوں (Economists) نے تسلیم کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دور میں یہ اہم کام کر کے دکھایا۔

(۷) صفہ کی اس درس گاہ میں دراصل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانی سرمایہ (Human Capital) تیار فرما رہے تھے۔ انسانی سرمایہ معاشی ترقی کے لیے مالی سرمایہ (Money Capital) سے بھی زیادہ اہم ہوتا ہے۔[۱۲]

(۷) میثاق مدینہ۔ معاشی مسائل کا حل

اسی طرح میثاق مدینہ کے ذریعہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو سیاسی طور پر مستحکم کیا تو وہاں معاشی طور پر بھی بہت سے فوائد کا حصول ممکن ہوا۔ ڈاکٹر نور محمد غفاری میثاق مدینہ کے معاشی فوائد کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

میثاق مدینہ منورہ کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے لیے بہت سے معاشی فوائد کا حصول آسان بنادیا۔ مثلاً

(۱) اس معاہدہ کے ذریعے نہ صرف مہاجرین مکہ مکرمہ کے معاشی تعلقات انصار مدینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مستحکم ہوئے اور انہیں قانونی شکل ملی بلکہ مسلمان انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو اس وقت جماعت بن چکے تھے۔ ان کے معاشی تعلقات یہود مدینہ اور دیگر قبائل کے ساتھ طے پا گئے۔ اب وہ اس قابل ہو گئے تھے کہ آپس میں ایک دوسرے سے معاشی اشیاء (Economic Goods) کا تبادلہ کر کے اپنی معاشی ضروریات کی تکمیل کر سکیں۔

(۲) ہجرت مدینہ منورہ کے بعد اور میثاق مدینہ منورہ کے طے پا جانے سے قبل مسلمان مہاجرین یا انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم دیگر مدینہ منورہ اور آس پاس کے قبائل کے ساتھ حالت جنگ میں تھے.......... لہٰذا ایک خوف کی سی کیفیت طاری رہنا فطرتی عمل تھا۔ ایسے حالات میں معاشی ترقی یا معاشی خوشحالی (Economic Welfare) کا عمل رُک کر رہ جاتا ہے جو ملک اور قوم کے لیے پستی اور پریشانی کا

ذریعہ بن جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیغمبرانہ فراست سے کام لے کر مسلمان اور غیر مسلم قبائل کو اس معاہدہ کے ذریعے معاشی امن (Economic Peace) مہیا فرمادیا جس کے طفیل تمام جماعتیں اپنی معاشی خوشحالی کی فکر کرسکتی تھیں۔

(۳) میثاق مدینہ منورہ کی دفعات میں سے نمایاں دفعہ یہ تھی کہ مدینہ منورہ پر حملہ کی صورت میں، خواہ وہ حملہ مدینہ منورہ کے تمام قبائل (مسلمان و یہود و مشرکین) کے خلاف ہو یا میثاق کے تسلیم کرنے والے کسی ایک قبیلہ یا جماعت (مسلمان ہو یا یہود) کے خلاف ہو تو، تمام اہل مدینہ دفاعی اخراجات برداشت کریں گے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غریب مسلمانوں کی اُس معاشی کمزوری کا علاج کردیا جو انہیں اکیلے مصارف جنگ برداشت کرنے میں ہوتی کیونکہ دراصل یہی تو وہ اہل وفا تھے جو تمام قبائل عرب کی آنکھوں میں خار بن کر کھٹک رہے تھے یہود سرمایہ داروں کو اس معاہدہ کے ذریعے دفاعی اخراجات میں شریک کرکے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانان مدینہ منورہ کی ایک بہت بڑی پریشانی کا حل کردیا۔ جو آپ کی معاشی بصیرت (Economic Insightment) کی دلیل ہے۔

جب مسلمان مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ قیام پذیر ہوئے تو انہیں کاروباری دنیا سے ایک بڑی دقت یہ بھی پیش آئی کہ مدینہ منورہ میں تمام کاروباری مراکز اور بازاروں پر یہود کا تسلط تھا، جنہوں نے ان مراکز اور بازاروں میں ان تمام کاروباری سرگرمیوں کو رواج دے رکھا تھا جو اسلام میں حرام اور ممنوع تھیں مثلاً سود، ملاوٹ، کم تولنا، زیادہ نفع کمانا، ذخیرہ اندوزی وغیرہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی اس مشکل کا اندازہ لگا کر اس کا علاج یہ تجویز کیا کہ مسلمانوں کے لیے یہودیوں سے الگ ایک بازار قائم فرمایا جس میں تمام کاروبار اسلامی شریعت کے عادلانہ اور رحیمانہ اصولوں کے مطابق ہوتا تھا۔ یہ بازار بقیع میں قائم کیا گیا تھا۔۱۳

ریاست مدینہ میں یہود کی معاشی قوت سے انکار ممکن نہیں تھا اور یہ معاشی قوت کسی بھی وقت مسلمانوں کے لیے سیاسی خطرہ بن سکتی تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فراست سے یہ خوف وخطرہ بھی (چاہے وقتی طور پر ہی سہی) ٹل گیا ڈاکٹر حمید اللہ اس نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''اس زمانے میں جب یہود نہ صرف مدینے کے مقامی کاروبار پر چھائے ہوئے تھے بلکہ شام سے یمن وعمان تک ان کی نو آبادیوں کا ایک زنجیرہ پڑا ہوا تھا، اور بین الیہود باہمی تعاون خاصا مستحکم تھا تو مدینہ کے یہودیوں سے اشتراک عمل نوخیز اسلامی مملکت کے لیے کم از کم یہ فائدہ ضرور رکھتا تھا کہ یہ معاشی قوت اس

ابتدائی بے کسی کے زمانے میں مخالف پلڑے میں نہیں داخل ہوگئی''۱۴؎

گویا سیاسی معاہدات کے پس منظر میں معاشی مفادات کا تحفظ بھی نہ صرف امر جائز ہے بلکہ ضروری ہے۔

(vi) غزوات وسرایا کے ذریعہ معاشی مقاصد کا حصول

غزوات وسرایا مدنی زندگی کا بہت اہم حصہ ہیں غزوات وسرایا کا اصل مقصد تو اعلائے کلمۃ الحق، مذہبی آزادی، مذہبی شعائر کا تحفظ اور مسلم معاشرت کا دفاع تھا لیکن معاشی طور پر بھی غزوات وسرایا کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مدینہ جانے کے بعد اور جہاد کی اجازت ملنے کے بعد جو ابتدائی سرایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روانہ فرمائے ان سرایا سے دوہرا کام لیا گیا ایک طرف تو ان سرایا کو قریش کی اہم تجارتی شاہراہوں اور رستوں کی طرف بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ ان کے تجارتی رستوں کی ناکہ بندی کر کے ان کی معیشت پر ضرب لگائی جائے اور قریش کو ان کے بیجا طیش اور تہور کے خطرناک نتیجہ سے ڈرایا جائے تاکہ جس حماقت کی دلدل میں وہ اب تک دھنستے جا رہے تھے اس سے نکل کر ہوش کے ناخن لیں اور اپنے اقتصاد اور اسباب معیشت کو خطرے میں دیکھ کر صلح کی طرف مائل ہو جائیں۔۱۵؎ نیز مسلمانوں کی طرف سے اپنی تجارت کے رستوں میں رکاوٹ اور روک ٹوک دیکھ کر مسلمانوں کو حج وعمرہ کی اجازت دیں۱۶؎ اس حوالے سے ایک روایت بہت دلچسپ ہے۔ حضرت سعد بن معاذؓ جب ایک مرتبہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے تو دوران طواف ابوجہل سے ملاقات ہوگئی ابوجہل نے حضرت سعد بن معاذؓ کو دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

الا اراك تطوف بمكة آمنا وقد آويتم الصبلة وزعمتم أنكم تنصرونهم وتعينونهم أما والله أنك مع أبى صفوان مارجعت الى اهلك سالما.

''میں دیکھتا ہوں تجھے مکہ میں امن وسلامتی کے ساتھ طواف کرتے ہوئے جبکہ تم لوگوں نے بددینوں (مسلمانوں) کو پناہ دے رکھی ہے اور تم گمان کرتے ہو کہ تم ان کی نصرت واعانت کر رہے ہو خدا کی قسم اگر تم ابی صفوان کے ساتھ نہ ہوتے تو تم اپنے گھر والوں کی طرف صحیح سلامت نہ لوٹ پاتے۔''

یہ سن کر حضرت سعد بن معاذؓ نے جو جواب دیا وہ قریش کی معیشت کے حوالے سے بہت اہم تھا۔

حضرت سعد بن معاذؓ نے فرمایا

أما والله لئن منعتنى هذا لأمنعنك ماهوا شدعليك منه طريقك على المدينة۱۷؎.

''اللہ کی قسم اگر تم نے مجھے (طواف سے) روکا تو میں تجھے اس سے بھی زیادہ سختی سے روکوں گا جو تیرے اس راستے پر ہے جو بجانب مدینہ ہے۔''

صلح حدیبیہ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ مکہ میں اسلام قبول کرنے اور بھاگ کر مدینہ جانے والے مسلمانوں کو واپس کر دیا جائے گا چنانچہ مکہ سے بھاگنے والے ایک نومسلم گروہ نے قریش کی تجارتی شاہراہ شام پر ایک ٹھکانہ بنالیا اور قریشی تجارتی قافلوں کی لوٹ مار کرنے لگے اور قریش کی تجارتی سرگرمیوں کے لیے مصیبت بن گئے۔ قریش کو اپنی معاشی مجبوریوں کو سامنے رکھتے ہوئے بالآخر یہ شرط واپس لینا پڑی ۱۸ معاہدہ کے وقت اس شرط (جو کہ بظاہر مسلمانوں کے مفاد کے خلاف تھی) کو مان لینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بصیرت اور دشمن کے کمزور پہلوؤں پر پوری طرح نظر کی غمازی کرتا ہے۔

تجارت کے لیے رستوں کی مامونیت ومحفوظیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی وتجارتی پالیسی کا ایک اہم حصہ تھا یہی وجہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی کہ دومۃ الجندل میں ڈاکوؤں اور لٹیروں کا ایک گروہ اکٹھا ہو گیا ہے جو تمام تجارتی قافلوں کو لوٹتا ہے اور قتل وغارت کرتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند صحابہ کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لیے تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اصحاب کی خبر پا کر وہ لوگ منتشر ہو گئے۔ ۱۹

مندرجہ بالا بحث سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی پالیسی کے دو رخ تھے۔ ایک تو مواخاۃ، میثاق مدینہ اور مختلف معاہدات کے ذریعہ مسلمانوں کے معاشی مسائل کم کرنا اور ان کی معاشی حیثیت مستحکم کرنا اور دوسرا سرایا کی صورت میں قریش کی تجارتی ناکہ بندی کر کے اور ان کو معاشی طور پر کمزور کر کے اپنے مفادات

(۱) (قریش کے ظلم وستم وجنگ وجدل سے بچاؤ

(۲) قریش کی صلح کی طرف آمادگی

(۳) دعوتی مقاصد کے لیے آزادی

(۴) معاشی جدوجہد کے لیے آزادنہ ماحول)

حاصل کرنا تھا اس حقیقت سے انکار نہیں کہ غزوات وسرایا سے حاصل شدہ غنائم نے مسلم معیشت میں کچھ کردار ادا کیا لیکن غزوات وسرایا سے حاصل شدہ غنائم تو محض ایک عارضی یا وقتی حل تھا اس نے مسلم معیشت میں خواہ کچھ بھی حصہ لیا ہو مگر وہ اصل مسئلہ کا حل نہ تھے اور نہ ہی معیشت کی بنیاد واساس، مگر بدقسمتی سے اموال غنیمت کی کارکردگی پر ضرورت سے زیادہ زور دینے والوں نے مسلم معیشت کے اصل عناصر کو نظر

انداز کر دیا اور اموال غنیمت کے تجزیہ میں ان کا لحاظ نہیں کیا جو صحیح صورت حال اور حقیقت کو جاننے کے لیے ضروری ہے۔[۴۰]

(vii) دور حاضر میں غیر مسلم ممالک کے ساتھ معاشی تعلقات کی حکمت عملی اور اسوۂ حسنہ

موجودہ دور میں مسلمان نہ صرف سیاسی طور پر مغلوب ہیں بلکہ معاشی طور پر غیر مسلم اقوام کے مرہون منت اور دست نگر ہیں اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ سیاسی غلبہ درحقیقت معاشی غلبہ کا ہی نتیجہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بہت سے مسلم ممالک مغربی ممالک کے بعض عدل وانصاف سے عاری سیاسی احکامات کی تعمیل محض اپنی معاشی مفادات کی خاطر کرتے نظر آتے ہیں کیونکہ اس وقت معیشت وتجارت پر مغربی ممالک کی مکمل گرفت اور عالمی تجارت پر ان کا مکمل قبضہ ہے اور ان سے الگ تھلگ رہ کر معیشت وتجارت کا تصور موجودہ دور میں ممکن نہیں اور نہ ہی مسلم دنیا اس قدر مضبوط معیشت کی مالک ہے کہ وہ محض مسلم ممالک میں تجارتی سرگرمیوں سے تمام مسلم ممالک کی معیشت کو سہارا دے سکے اس لیے طوعاً وکرھاً غیر مسلم ممالک سے تجارتی تعلقات استوار کرنا مجبوری ہے۔

مسلم ممالک میں غیر مسلم ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات کے حوالے سے ایک نقطہ نظر تو یہ ہے کہ غیر مسلموں کے کفر وشرک کی بنیاد پر ان سے کسی قسم کا معاشی لین دین اور تجارتی تعلق رکھنا درست نہیں اور ان کی تیار کردہ تمام ضروریات زندگی سے استفادہ کرنے کی بجائے ان کا بائیکاٹ کرنا چاہیے یہ رویہ درحقیقت بہت نقصان دہ اور تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعمل نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صریحاً خلاف ہے اور اس رویے نے بہت سے مسلم ممالک کی معیشت کو نقصان بھی پہنچایا ہے اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی پر نظر ڈالیں تو ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن سے غیر مسلموں کے ساتھ تجارتی معاملات کی مشروعیت کا پتہ چلتا ہے اور ان کے زیر استعمال اشیاء سے استفادہ کا جواز نکلتا ہے مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف غزوات میں فتح اور مشرکین وکفار اور یہود ونصاریٰ پر غلبہ کی صورت میں فدیہ، خراج، جزیہ، فے اور مکاتبت کی صورت میں ان سے معاملات طے کیے۔ ان کی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد پر قبضہ کر کے اسے مسلمانوں کی مستقل آمدنی اور دائمی ملکیت کا ذریعہ بنایا نیز ان غزوات وسرایا میں غنائم کی صورت میں حاصل ہونے والے ہر قسم کے سامان (اشیائے خورد ونوش (حلال)، سے لے کر گھریلو سامان تک اور ہتھیاروں سے لے کر مال مویشی تک) سے استفادہ کیا اور مسلمانوں کی معاشی ضروریات کو کسی حد تک پورا کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود غیر مسلموں سے تجارتی معاملات کیے اور اپنے صحابہ کو بھی اس بات کی اجازت دی۔ ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی عہد نبوی کے

حوالے سے اس تجارت سے متعلقہ مختلف جہات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) تجارتی لین دین اور شراکت ومضاربت مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان اسی طرح جاری رہی جیسی عہد جاہلی سے چلی آ رہی تھی۔

(۲) بسا اوقات ایک ہی کاروان تجارت میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شریک ہوتے تھے۔

(۳) مسلم تجارت کاروانوں کی ایک ممتاز اور نئی طرح اور ریت قائم ہوئی کہ مسلمان مکی تاجروں نے اپنے خاص کارواں ترتیب دئے۔

(۴) کافر تجارت مسلمان صاحب مال کے ساتھ مضاربت وشراکت کی بنا پر تجارت کرتے تھے اور برعکس بھی واقعہ تھا۔

(۵) تجارتی مذہبی کا رشتہ اختلاف دین کے باوجود مسلمانوں اور غیر مسلم قریشیوں وغیرہ کے درمیان جاری رہا۔۲۱

غیر مسلموں کے ساتھ تجارت ومعاملات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت زید بن سعنہؓ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قحط کے باعث ایک نومسلم قبیلہ کے لیے ان سے کھجوروں کا قرض لیا اور اسی قرض کی ادائیگی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسن معاملگی دیکھ کر وہ مسلمان بھی ہو گئے۔۲۲

(۲) ایک بدو سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرض لیا تھا جس نے نہایت برے انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واپسی کا مطالبہ کیا۔ صحابہ کرامؓ نے اسے اس کی حرکت پر ڈانٹا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو یہ اپنا حق لینے آیا ہے اور اسے بولنے کا حق ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس کا قرضہ ادا کر دیا جائے اور کچھ زیادہ ہی دیں۔۲۳

(۳) حضرت السائب بن أبي السائب کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریک کاروبار رہے جبکہ ابھی وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔۲۴

(۴) اسی طرح ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک یہودی سے اپنی زرع رہن رکھ کر کھانا خریدا۔۲۵

امام نوویؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

"فیہ جواز معاملة أهل الذمة والحکم بثبوت املاکھم علی ما فی

ایدیھم"۲۶۔

''اس میں ذمیوں کے ساتھ لین دین کرنے کا جواز اور ان کی دسترس میں جو املاک ہیں ان کے باقی رکھنے کا حکم ہے۔''

(۵) ایک مرتبہ ایک مشرک شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بکریاں ہانکتا ہوا آیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ قیمتاً دو گے یا ھدیۃً، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ھبہ کرو گے تو اس شخص نے کہا قیمتاً۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے ایک بکری خریدی۔ ۲۷

ابن بطال اس کی شرح میں لکھتے ہیں

"الشرء والبیع من الکفار کلھم جائز، إلاأن اھل الحرب لایباع منھم ما یستعینون بہ علی إھلاك المسلمین من العدة والسلاح ولا مایقوون بہ علیھم۲۸۔

''تمام کفار کے ساتھ خرید وفروخت جائز ہے بجز اہل حرب، کہ ان کو فروخت نہیں کیا جائے گا جنگی ساز وسامان اور ہتھیار جسے وہ مسلمانوں کی املاک کے خلاف استعمال کر سکتے ہوں اور ایسی چیزیں جو انہیں مسلمانوں سے زیادہ طاقتور بنادیں''

ابن حجر نے ابن بطال کے حوالے سے لکھا ہے کہ

قال ابن بطال: معاملة الکفار جائزة، إلابیع ما یستعین بہ اھل الحرب علی المسلمین"۲۹۔

''ابن بطال نے کہا کفار کے ساتھ لین دین جائز ہے مگر وہ بیع (جائز نہیں) جس سے وہ مسلمانوں کے خلاف مدد لیں۔''

صاحب عمدة القاری کے نزدیک

فیہ جواز و بیع الکافر وأثبات ملکہ علی ما فی یدہ ۳۰

''اس میں کافر کے ساتھ بیع اور جو کچھ اس کی ملکیت میں ہے اس کے برقرار رکھنے کا جواز موجود ہے''

یہود ونصاریٰ اور مشرکین کے ساتھ تجارتی معاملات اس صورت میں جائز نہیں جب وہ سود کا کاروبار

کریں یا حرام اشیاء مثلاً شراب وخنزیر وغیرہ کی خرید وفروخت کریں۔ ۳۱

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔

"لا یشارك یهودیا ولا نصرانیا ولا مجوسیا...... لانهم یربون والربا لا یحل"۳۲۔

''کسی یہودی، عیسائی اور مجوسی کے ساتھ کاروبار میں شراکت داری نہ کرو کیونکہ وہ سود کا لین دین کرتے ہیں اور سود حرام ہے۔''

حضرت لیثؒ فرماتے ہیں:

"کان عطاء و طاؤس و مجاهد یکرهون شرکة الیهودی والنصرانی الا اذا کان المسلم هوالذی یری الشراء والبیع "۳۳۔

غیر مسلموں کے ساتھ صحابہ کرامؓ کے بھی بہت سے تجارتی معاملات کتب احادیث وتاریخ میں مذکور ہیں مثلاً حضرت جابر بن عبداللہؓ نے مدینہ کے ایک یہودی سے قرض لیا جو وقت پہ ادا نہ کر سکے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف اس یہودی سے دو مرتبہ حضرت جابرؓ کے لیے قرض کی ادائیگی میں کچھ مہلت مانگی بلکہ اس کے انکار کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرض ادا کرنے میں حضرت جابر بن عبداللہ کی مدد بھی فرمائی۔۳۴

اسی طرح مکی دور میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہری اور ایک مکی کافر امیہ بن خلف جمحی کے درمیان ایک تجارتی معاہدہ کا ذکر امام بخاری کے ہاں ملتا ہے اس معاہدہ کو باقاعدہ تحریری شکل دی گئی اور اس کی نقول شریکین کے پاس موجود تھیں۔۳۵

مندرجہ بالا مثالوں سے درج ذیل نکات اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

(۱) غیر مسلموں کے ساتھ کاروبار میں شرکت کی جا سکتی ہے۔

(۲) غیر مسلموں (مشرکین، یہود ونصاری) سے قرض لیا جا سکتا ہے۔

(۳) غیر مسلم کے پاس اپنی کوئی چیز رہن رکھ کر کھانے پینے یا استعمال کی اشیاء لی جا سکتی ہیں۔

(۴) مشرک کے ساتھ کاروبار وتجارت جائز ہونے کے علاوہ اس کا ہدیہ بھی قبول کیا جا سکتا ہے۔

(۵) مشرکین ودیگر غیر مسلموں کی ملکیت کا اثبات جائز ہے۔

(۶) غیر مسلم کے ساتھ ایسی بیع جائز نہیں جس سے مسلمانوں کے خلاف انہیں مدد پہنچتی ہو۔

(۷) غیر مسلم کے ساتھ تجارتی معاملہ کو تحریری شکل دی جا سکتی ہے۔

(۸) حرام اشیاء (سود، خنزیر، شراب وغیرہ) کی تجارت حرام ہے چاہے مسلمانوں کے درمیان ہو یا غیر مسلموں کے۔

(۹) کسی قرض خواہ سے مقروض کے لیے ادائیگی قرض کے لیے مزید مہلت مانگی جا سکتی ہے۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جابر بن عبداللہؓ کے لیے یہودی سے مہلت مانگی۔

(۱۰) قرض خواہ اپنے قرض کے مطالبہ میں سخت رویہ اختیار کر سکتا ہے۔

(۱۱) حاصل کردہ قرض سے کچھ زیادہ دینا جائز ہے (اگر یہ سود کی طرز پہ پہلے سے طے شدہ نہ ہو تو)

(۱۲) یہود و نصاریٰ و مجوس کے ساتھ تجارت وشرکت کاروبار اس صورت میں زیادہ پسندیدہ ہے جب بیع و شراء مسلمان کے ہاتھ میں ہو۔

(viii) عصر حاضر میں اسلامی معیشت کا استحکام ونشأۃ ثانیہ

موجودہ دور میں غیر مسلموں کے ساتھ معیشت وتجارت کے معاملات کی ضرورت واہمیت بہت بڑھ گئی ہے لہٰذا اس حوالے سے انتہا پسندی کا رویہ اختیار کرنے اور مشرکین و کفار و یہودی و نصرانی ہونے کی بنیاد پر ان سے معاملات معیشت ترک کرنے کی بجائے اسلامی شریعت کی قائم کردہ حدود اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرز عمل کی روشنی میں ان سے معاملات تجارت طے کیے جا سکتے ہیں۔

عصر حاضر میں معیشت وتجارت کی اتنی ہی ضرورت وحاجت ہے جتنی کہ پہلے کبھی تھی بلکہ موجودہ دور میں انسان کی مادیت پسندی نے اسے اور بھی ضروری بنا دیا ہے اور معاشی ضروریات کی تکمیل کے لیے مذہب اور اخلاق کو ایک طرف رکھ کے ہر ناجائز و جائز طریقے سے اسے دولت اکٹھی کرنے کی ترغیب دی ہے اور اس کے لیے مختلف زمانوں میں مختلف نظام وضع کیے گئے۔ کبھی اشتراکیت کے نام پر لوگوں کی فطری صلاحیتوں اوران کے درمیان فطری تفاوت سے انکار کیا جاتا ہے۔[۳۶] تو کہیں سرمایہ داری کے نام پر لوگوں کا معاشی استحصال کیا جاتا ہے، کبھی معیشت کو مذہب کے دائرہ سے باہر نکال کر کھلی چھٹی دے دی جاتی ہے تو کہیں مذہب ہی کے نام پر معاشی سرگرمیوں کی مذمت کرتے ہوئے رہبانیت اختیار کر لی جاتی ہے، کہیں غیر مسلموں کے ساتھ معیشت وتجارت کے نام پر اسلامی تعلیمات اور اخلاقیات کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے اور کہیں سرے سے ہی ان کے ساتھ معیشت وتجارت کے معاملات کی نفی کر دی جاتی ہے ان تمام انتہاؤں اور شدت پسندیوں کا علاج صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور معاشی اسوۂ حسنہ میں موجود

ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی یہودی معاشی طور پر طاقتور تھے اور مسلم معیشت کمزور تھی، یہودی اس وقت بھی سود لیتے تھے اور آج بھی سود خوری ان کا امتیازی نشان ہے، اس دور میں بھی طاقتور ضعیف کا معاشی استحصال کرتا تھا۔ ۳۷ اور آج بھی صورت حال ایسی ہی ہو گئی ہے لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حکمت عملی، فراست اور معاشی پالیسیوں کے باعث یہودیوں کو نہ صرف سیاسی طور پر گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا بلکہ معاشی طور پر وہ مسلمانوں کے رحم و کرم پر آ گئے۔ یہاں تک کہ ان کے بعض قبائل کو اپنے معاشی مرکز مدینہ سے جلا وطن ہونا پڑا اور اپنے وسائل معیشت مسلمانوں کے سپرد کرنا پڑے یہ سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمت عملی، تدبر و دانش اور حالات کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر پالیسی مرتب کرنے کا نتیجہ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن اسلامی معاشی اصولوں کی تعلیم دی، کہ جن کے نتیجہ میں ایک متوازن اور مستحکم معیشت اسلامی کا قیام عمل میں آیا، وہ ہر قسم کی افراط و تفریط (اشتراکیت و سرمایہ داری کی خامیوں) اور استحصالی معاشی ہتھکنڈوں (سود، قمار، سٹہ، اکتناز، احتکار وغیرہ) سے پاک تھی جو ایک طرف خدائی پابندیوں کے تابع تھی تو دوسری طرف ریاستی پابندیوں کے زیر نگرانی اور تیسری طرف اخلاقی پابندیوں کی ڈور سے بندھی ہوئی تھی۔ ۳۸

عصر حاضر میں اسلامی معیشت کے استحکام اور نشأۃ ثانیہ کے لیے اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ عصر حاضر کی معاشی اصطلاحات میں بات کی جائے اور قدیم فقہی لٹریچر میں موجود معاشی اصطلاحات کو عصر جدید کی اصطلاحات کے ساتھ ہم آہنگ کر کے پیش کرنے کی کوشش کی جائے نیز معیشت اور تجارت کی جدید صورتوں سے دامن بچانے کی بجائے اسلامی تعلیمات اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابدی و آفاقی تعلیمات کی روشنی میں ان کا حل تلاش کیا جائے اور ان کو اسلامائزیشن کے عمل سے گزار کر قابل قبول صورت میں اختیار کیا جائے کیونکہ اب ان جدید صورتوں کے بغیر اس "دنیائے معاش" میں گذارہ ممکن نہیں۔ اگر اس حوالے سے شریعت کے دامن وسعت کی بات کی جائے تو لوگوں کے مصالح اور مفاد کی خاطر شریعت کے ظرف میں بہت وسعت و گنجائش ہے بشرطیکہ کوئی چیز ایسی نہ ہو جس کا تعلق اسلام کے ابدی اور دائمی ممنوعات میں سے ہو معاملات میں شریعت کی اس وسعت کا تذکرہ کرتے ہوئے ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"والأصل فی ھذا انه لا یحرم علی الناس من المعاملات التی یحتاجون الیھا الاماذل الکتاب والسنة علی تحریمه" ۳۹۔

"اور اس بارہ میں اصل یہ ہے کہ وہ معاملات (معیشت و تجارت ودیگر) جن کی لوگوں کو

ضرورت ہوتی ہے ان میں صرف وہی حرام ہیں جن کی حرمت پر قرآن وسنت دلالت کر رہی ہو۔"

بحر حال آج ضرورت اس امر کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی زندگی کا باریک بینی سے احاطہ کیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اختیار کردہ معاشی پالیسیوں کی روشنی میں عصر حاضر کے لیے لائحہ عمل تیار کیا جائے۔ عصر حاضر کے موجودہ معاشی مسائل کا اگر کوئی مستقل حل ہے تو وہ صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش کردہ معاشی اصولوں میں ہے۔

نتائج بحث

مندرجہ بالا بحث سے درج ذیل اصول ونتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں۔

(۱) وسائل معیشت وتجارت، ذرائع کسب معاش، مال ومتاع کی حفاظت اور تجارت وبیع کے امور کی معرفت شریعت اسلامیہ کے بنیادی اور مقاصد ضروریہ میں سے ہے۔

(۲) اسلام انسان کو انسان معاش اور بندہ سیم وزر بنا کر پیش نہیں کرتا بلکہ عدل وتوازن کی بات کرتے ہوئے بلند تر مقاصد کے حصول کے لیے معاشی جدوجہد کو ضروری اور مستحسن قرار دیتا ہے۔

(۳) دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرف آپ ؐ کی معاشی تعلیمات واُسوہ آفاقیت وجامعیت کا مظہر ہے۔

(۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی زندگی جدوجہد اور عمل سے عبارت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ میں ایک فرد کی معاشی جدوجہد کی جھلک بھی ملتی ہے اور ایک سربراہ ریاست کے معاشی افکار نظریات اور عملی اقدامات کی تصویر بھی۔

(۵) انسانی معاش اور اس کے وسائل وذرائع کی قدر وقیمت کا احساس قبل از نبوت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذہن میں تھا اور بعد از نبوت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مرکزی حیثیت دی۔

(۶) سربراہ ریاست کے لیے ضروری ہے کہ وہ ریاست کے دیگر معاملات وامور کے ضمن میں بھی لوگوں کے معاشی مفاد کو مدنظر رکھے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاہدات (میثاق مدینہ، صلح حدیبیہ) اور غزوات وسرایا کے ضمن میں کیا۔

(۷) سیاسی معاہدات کے پس منظر میں معاشی مفادات کا تحفظ نہ صرف امر جائز ہے بلکہ ضروری ہے۔

(۸) دینی وسیاسی مفادات کے حصول کے لیے دشمن کے معاشی مفادات پر (قانون واخلاق کے دائرہ کار

http://www.alqalamjournalpu.com/

میں رہتے ہوئے) ضرب لگائی جا سکتی ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے تجارتی رستوں کی ناکہ بندی کے ذریعہ کیا۔

(۹) سیاسی غلبہ درحقیقت معاشی غلبہ کا ہی نتیجہ ہوتا ہے اس لیے مسلم ممالک کے لیے اس طرف توجہ کرنا بہت ضروری ہے۔

(۱۰) غیر مسلموں کے ساتھ تجارت و معیشت (قرض، رہن، تجارت وغیرہ) کی مشروعیت کا جواز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے ساتھ تجارتی معاملات کی صورت میں ملتا ہے۔

(۱۱) نبویؐ معاشی حکمت عملی ایک طرف تو اشتراکیت و سرمایہ داری کی خامیوں سے پاک تھی تو دوسری طرف استحصالی معاشی ہتھکنڈوں (سود، قمار، سٹہ، اکتناز و احتکار وغیرہ) سے مبرا تھی۔

(۱۲) کسی بھی معاشی حکمت عملی کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ وہ مذہب، ریاست اور اخلاقی پابندیوں کے سائے میں پروان چڑھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی پالیسی ان تمام چیزوں کا مجموعہ ہے۔

(۱۳) اسوۂ حسنہ کی روشنی میں قدیم فقہی لٹریچر میں موجود معاشی اصطلاحات کو عصر جدید کی اصطلاحات کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش جدید مسلم ریاستوں کے لیے ناگزیر ہے۔

(۱۴) لوگوں کی مصلحت اور مفاد کے پیش نظر تعلیمات و اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مقاصد شریعت کی روشنی میں معاشی و جدید معاشی مسائل کا حل تلاش کرنا ریاست اسلامی کی اولین ترجیح ہونی چاہیے۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ بامباعاجی، ابی عبداللہ الامین، فقہ المعاملات المالیۃ فی الادیان السماویۃ، القاھرہ، مکتبۃ عباد الرحمٰن، ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء، ۱/۲۳۰

۲۔ السلمی، عزالدین بن عبدالعزیز بن عبدالسلام، (۶۶۰ھ)، قواعد الاحکام فی مصالح الانام، بیروت، دارالکتب العلمیہ (س ن)، ۲/۶۹

۳۔ ابن عاشور، محمد الطاھر (۱۳۹۳ھ)، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، القاھرہ، دارالسلام، ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء، ص ۱۸۸

۴۔ النساء: ۵

۵۔ الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ بن محمد اللخمی الغرناطی (م ۷۹۰ھ)، الموافقات فی اصول الشریعۃ، تحقیق، الدکتور محمد الاسکندرانی، عدنان درویش، بیروت، دارالکتاب العربی ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء، ۲/۲۰۲

۶۔ نصیر زرواق، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ فی فکر الامام سید قطب، القاھرہ، دارالسلام، ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء، ص

۴۳۶

۷ یوسف القرضاوی (پ ۱۹۲۶ء)، دور القیم و الاخلاق فی الاقتصاد الاسلامی، القاھرہ، مکتبۃ وھبہ، ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء، ص ۶۶

۸ الزخرف: ۳۱

۹ ابن ھشام، ابو محمد عبدالملک (م ۲۱۳ھ)، السیرۃ النبویۃ، بیروت، داراحیاء التراث العربی (س ن) ۱/۳۴۲/السھیلی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن أحمد بن أبی الحسن، الخثعمی، (۵۸۱ھ) الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، القاھرۃ، دارالحدیث۔ ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء، ۱/۲۷۰

۱۰ ابن کثیر، عماد الدین، ابوالفداء اسماعیل (م ۷۷۴ھ)، السیرۃ النبویۃ، تحقیق، ا۔د۔ مصطفیٰ عبدالواحد، القاھرہ، دارالسلام، ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء، ۱/۴۳۵

۱۱ صدیقی، یسین مظہر (پ ۱۹۴۴ء)، پروفیسر، ڈاکٹر، غزوات نبوی کے اقتصادی پہلو، لاھور، مشتاق بک کارنر، ۲۰۰۷ء، ص ۳۷ / مزید دیکھیے، صدیقی، یٰسین مظہر، نبوی غزوات و سرایا کی اقتصادی اہمیت، نقوش رسول نمبر، مدیر محمد طفیل، لاھور ادارہ فروغ اردو، ۱۹۸۵ء، شمارہ ۱۳۰۔ جلد ۱۱، صفحات ۳۹۷۔۴۸۰

۱۲ غفاری، نور محمد، پروفیسر ڈاکٹر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی زندگی، کراچی، شیخ الہند اکیڈمی۔ ۲۰۰۸ء، ص ۱۸۴۔۱۸۷

۱۳ غفاری، نور محمد، پروفیسر، ڈاکٹر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی زندگی، کراچی، شیخ الہند اکیڈمی۔ ۲۰۰۸ء۔ص ۱۹۲۔۱۹۳

۱۴ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر (۲۰۰۲ء)، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۷ء، ص ۲۴۸

۱۵ المبارکفوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، مکۃ المکرمۃ، رابطۃ العالم الاسلامی، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء، ص ۲۱۸

۱۶ شبلی نعمانی، علامہ (۱۹۱۴ء)، سیرۃ النبی، لاھور، الفیصل ناشران اردو بازار، ۱۹۹۱ء، ۱/۳۲۸

۱۷ (i) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یقتل ببدر، رقم الحدیث ۳۷۳۳ /
(ii) الطبرانی، سلیمان بن احمد، (۳۶۰ھ)، المعجم الکبیر، تحقیق و تخریج، حمدی عبدالمجید السلفی، الطبعۃ الثانیۃ، (مقام اشاعت و تاریخ اشاعت درج نہیں)، ۱۲/۹۰ /
(iii) ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن احمد، (۸۵۲ھ)، فتح الباری شرح صحیح البخاری، لاھور، دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء، ۷/۲۸۳

۱۸ السیرۃ النبویۃ لابن ھشام ۳۸۳/۳، الروض الانف ۶۶/۳

۱۹ واقدی، محمد بن عمر بن واقد (م ۲۰۷ھ)، کتاب المغازی للواقدی، تحقیق الدکتور مارسدن جونس، بیروت لبنان۔ ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء، ۱/۲۰۳

۲۰ صدیقی، یاسین مظہر، پروفیسر ڈاکٹر (پ ۱۹۴۴ء)، غزوات نبوی کے اقتصادی پہلو، لاھور، مشتاق بک

http://www.alqalamjournalpu.com/

کارنر، ۲۰۰۷ء، ص۔ ۱۲۶

۲۱ صدیقی، یسین مظہر، پروفیسر (پ ۱۹۴۳ء)، عہد نبوی میں اقلیتوں کے حقوق۔اصول و اسوۂ نبوی، مجموعہ، اقلیتوں کے حقوق اور اسلاموفوبیا، مرتبہ، دہلی، اپنا پبلیکیشنز، ۲۰۱۱ء، ص۔ ۲۰۳

۲۲ المعجم الکبیر۔ ۲۲۳/۵

۲۳ سنن ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب لصاحب الحق سلطان، رقم الحدیث، ۲۴۲۶

۲۴ الحاکم، أبي عبداللہ محمد بن عبداللہ الحافظ، النیسابوری، الامام، (۴۰۵ھ)، المستدرک علی الصحیحین وبذیلہ التلخیص للحافظ الذھبی، بیروت، دار الکتب العلمیہ۔ (س ن)، ۶۱/۳

۲۵ صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب الرھن وجوازہ فی الحضر والسفر، رقم الحدیث ۴۱۹۹

۲۶ شرح النووی ۳۰/۱۱

۲۷ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب الشراء والبیع مع المشرکین وأھل الحرب، رقم الحدیث۔ ۲۱۰۳

۲۸ ابن بطال، علی بن خلف بن عبدالملک، (۴۴۹ھ)، شرح صحیح البخاری لابن بطال، ضبط وتحقیق، ابوتمیم یاسر بن ابراہیم، الریاض، مکتبۃ الرشد، ۱۴۲۰ھ، ۲۰۰۰ء، ۳۳۸/۹

۲۹ فتح الباری ۴۱۰/۴

۳۰ العینی، بدرالدین أبي محمد محمود بن أحمد، (۸۵۵ھ) عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، بیروت، احیاء التراث العربي (س ن)، ۲۶/۱۲

۳۱ ابن قدامہ، عبداللّٰہ بن احمد بن محمد المقدسی (۶۲۰ھ)، المغنی لابن قدامہ، الریاض، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء، ۳/۵

۳۲ ابن أبي شیبہ، (۲۳۵ھ)، مصنف ابن أبي شیبہ، تحقیق، کمال یوسف الحوت، الریاض، مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ، ۲۶۸/۳

۳۳ (i) مصنف ابن أبي شیبہ ۹/۶

(ii) ابن قدامہ، عبداللّٰہ بن احمد بن محمد المقدسی (۶۲۰ھ)، المغنی لابن قدامہ، الریاض، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء، ۳/۵

۳۴ صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الرطب والتمر، رقم الحدیث۔ ۵۱۲۸

۳۵ صحیح البخاری، کتاب الوکالۃ، باب، اذا وکل المسلم حربیا فی دار الحرب أو فی دار الاسلام جائز، رقم الحدیث، ۲۱۷۹

۳۶ یوسف حامد العالم، د. (۱۴۰۸ھ)، المقاصد العامۃ للشریعۃ الإسلامیۃ، المتحدۃ

الأمیر کیة، المعھد العالمی للفکر الإسلامی، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء،ص۔۴۹۷

۳۷۔ ہجرت حبشہ کے موقع پر نجاشی کے دربار میں حضرت جعفرؓ نے نجاشی کے سامنے اپنے (مسلمانوں کے) ایمان لانے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے کہا تھا "یا کل منا القوی الضعیف " دیکھیے:

(i) الشامی، محمد بن یوسف الصالحی، (۹۴۲ھ)، سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، تحقیق، الشیخ عادل أحمد عبد الموجود، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۲۰۰۷ء/۱۴۲۸ھ، ۳۹۰/۲

(ii) الحلبی، علی بن ابراہیم (م ۱۰۴۴ھ)، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون (السیرۃ الحلبیہ)، ضبط و تحقیق، عبداللہ محمد الخلیلی، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۲۰۰۸ء، ۴۸۱/۱

(iii) المبارکفوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، مکۃ المکرمۃ، رابطۃ العالمی الاسلامی، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء، ص ۱۰۹

۳۸۔ غذائی، ریاستی اور اخلاقی پابندیوں اور ان کے اثرات کے حوالے سے بحث دیکھیے: عثمانی، محمد تقی (پ ۱۹۴۳ء)، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، کراچی، مکتبۃ المعارف۔ ۲۰۱۰ء، ص ۴۹۔۵۱

۳۹۔ ابن تیمیہ، تقی الدین أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم (۷۲۸ھ)، مجموع الفتاوی، تحقیق، أنور الباز، دار الوفاء، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء، ۲۸/ ۳۸۹

☆☆☆☆☆☆

http://www.alqalamjournalpu.com/